

از مولانا نسیم احمد فریدی امر دہی

حضرت شاہ ولی اللہ محدّد دہلویؒ و ان کی خاندان

(ایک سرسری جائزہ، ایک اجمالی نظر)

حضرت شاہ ولی اللہ محدّد دہلویؒ ہندوستان کے ان عظیم الشان اکابر میں سے ہیں جن پر ادبِ ہند بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ اس عظیم شخصیت کے فوہی و برکات ہندوستان میں تو تھے ہی، تمام عالمِ اسلامی اور دیگر ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں۔ وہ ایک طرف باکمال محدث اور نقید اثنالیٰ فقیہ تھے تو دوسری طرف ایک ماہرِ روزِ تصوف و محققِ صوفی اور بلند پایہ مفکر و متکلم بھی تھے۔ ان کے شاگردوں کا حلقہ بھی بہت وسیع تھا جن میں مولانا نور اللہ بڑھانویؒ، خواجہ امین اللہ ولیؒ، الہی کشمیریؒ، شاہ محمد عاشق بھٹائیؒ، علامہ سید مرتضیٰ جگر امیؒ، شمس زبیدیؒ صاحب تاجِ انعم و شریح قاموس اور صاحب تصانیف کثیرہ الکالج نواب رفیع الدین خاں فاروقیؒ مراد آبادیؒ جیسے حضرات بھی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّد دہلویؒ ایک عمیقی (پیدائشی باکمال) انسان تھے۔ ان کا آبائی سلسلہ نسب امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ اعظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اور ان کی تنبیال کا سلسلہ نسب خلیفہ اول امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ سے متصل ہوتا ہے۔ ان کی دو خیال اور تنبیال میں بڑے بڑے پاکیزہ نفوس، اربابِ علم و عرفان اور اصحابِ قلم و قلم گدے ہیں۔

یہ بات حضرت شاہ ولی اللہؒ کے قریباً تمام تذکرہ نویس گھنا بھول گئے ہیں کہ وہ تہ صہ بھلت ضلع مظفر نگر میں ۱۱۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے نانا شیخ محمد بھٹائیؒ تھے جو ایک بلند پایہ صوفی اور درویش تھے حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور مجاہد تھے۔ ان کی اہلیت آب

صاحبزادی فخر النساء حضرت شاہ صاحب کی والدہ ماجدہ تھیں۔ شیخ محمد کے صاحبزادے شاہ عبید اللہ بھلتی، حضرت شاد ولی اللہ کے حقیقی ماموں اور خسر تھے۔ ان کا مقام بھی مشائخ بھلت میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم فاروقیؒ بھی جامع کمالات بزرگ تھے انھوں نے اپنے بھائی شاہ ابوالرضا محمد اور خواجہ شرد کے علاوہ مشہور ماہر علوم عقلیہ میرزا بہادر دہلوی سے بھی اخذِ علوم کیا تھا۔ انھوں نے سلسلہ آدمیہ مجددیہ میں حافظ سید عبداللہ اکبر آبادیؒ سے اور سلسلہ ابوالعلائیہ میں خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادیؒ سے نیز سلسلہ حبشیہ میں سید عظمت اللہ حبشی اکبر آبادیؒ سے فیض حاصل کیا تھا۔ شاہ عبدالرحیمؒ کے والد شیخ وجہ الدینؒ بھی بڑے دیندار، پایہ بند وضع، ذی علم اور شجاع شخص تھے۔ وہ خیال اور تنہیال کے علمی اور روحانی ماحول نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی سیرت پر بہت بڑا اثر ڈالا۔ آپ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم فاروقیؒ نے آپ کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فرو گنداشت نہیں کیا۔ دس سال سے کم عمر تھی کہ حافظ قرآن مجید ہوئے، اور اس کے بعد سولہ سال کی عمر تک تمام علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کر لی۔ فراغت کے بعد جبکہ آپ کے والد ماجد کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا تو ان کی جگہ سترہ سال کی عمر میں سندھین علم و معرفت ہوئے، اور صد ہا تشنگانِ علوم اور طالبانِ معرفت کو فیض یاب کیا۔ آپ نے مدرسہ رحیمیہ کو ترقی دی اور دہلی کے اندر کا بر تعلیم و تدریس کو فروغ دیا۔ اپنے والد کی وفات کے ۱۲-۱۳ سال کے بعد ۱۱۴۳ھ میں بغرض حج و زیارت و تحصیل علم حصولِ حدیث آپ حجاز مقدس چلے گئے۔ وہاں دو سال رہے اور شیخ ابوالطاهر مدنی کریمؒ وغیرہ جیسے مشہور و معروف محدثین سے اخذ فیض کیا۔ آپ کے اندر جو خداداد ذہانت اور ذکاوت تھی اس کو دیکھ کر وہاں کے اساتذہ حدیث بہت خوش ہوئے، اور انھوں نے آپ کی طباعی کا بڑے اچھے الفاظ میں اظہار کیا۔

حجاز مقدس سے واپس آکر بھی حضرت شاہ صاحب دس دیتے رہے، لیکن اب آپ کی مشغولیت تصنیف و تالیف میں زیادہ ہو گئی۔ آپ کی تصانیف میں ازالۃ الخفاء اور عجبۃ اللہ الباقیہ وہ دو بہترین کتابیں ہیں جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

ان کے علاوہ بھی درجنوں کتابیں اور رسائل آپ نے تصنیف کیے۔ ہر فن میں یدِ طولی رکھتے تھے خصوصاً حدیث، تفسیر اور فقہ و تصوف میں ان کو بڑا درک حاصل تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے تصوف میں جو کتابیں لکھیں ان میں ایک محققانہ شانِ اجتہاد جھلک رہی ہے۔ توحید و جدوی، اور توحیدِ شہود ہی کے مسائل پر بھی آپ نے لکھا اور اس نزاع کو نزاعِ فطری قرار دیا۔ تمام مشائخ طریقت سے حینِ ظن پیدا کرنے کے لیے آپ نے اپنی تصنیفات میں پوری پوری کوشش فرمائی۔ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، قول الجمل، جمعات، ہوامع، تغہبات النبیہ خیر کثیر، بدور باز قرۃ العینین وغیرہ کتابیں آپ کی بلند می استعداد اور بلند پایہ بصیرت پر شاہِ عدل ہیں۔ آپ نے فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا جس کا نام فتح الرحمن ہے۔ وہ بھی اتنا معیاری ہے کہ جس کی نظیر فارسی زبان کے کسی ترجمہ میں نہیں ملتی۔ اس فارسی ترجمہ اور اس کے فوائد میں جو رموز اور مصالح ہیں ان کا ادراک وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے قرآن مجید کی متعدد تفاسیر اور متعدد تراجم کا مطالعہ کیا ہو۔

آپ نے فوز الکبیر مہول تفسیر میں ایک رسالہ لکھا جو حجم و ضخامت کے لحاظ سے کم اور معانی کے لحاظ سے بہت جامع اور پُر مغز ہے۔ اس کا عربی ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ اس رسالہ سے حضرت شاہ صاحب کی تفسیر قرآن کی مہارت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے مغلیہ دور کے کئی بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ ان کی سیاسی بصیرت اور حکمت عملی نے اپنے زمانے کے بعض بادشاہوں کو بھی دعوتِ نظامِ عدل دی ہے اور ان کے سامنے انتظامِ ملک و مال کا نقشہ پیش فرمایا ہے۔ آپ کے وہ خطوط جو اس وقت کی سیاست کے آئینہ دار ہیں اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ کو عقلِ معاذ کے ساتھ ساتھ عقلِ معاش سے بھی کافی دوا فی حصہ ملا تھا۔

آپ کے روحانی مسترشدین بھی کافی تعداد میں تھے جن میں حضرت شاہ محمد عاشق بھٹائیؒ کی حیثیت سب میں ممتاز ہے۔ حضرت شاہ ابو سعید حسنی راء بریلویؒ جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے نانا تھے۔ تصوف و معرفت میں آپ کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ خلیفہ و مجاز تھے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ آپ کے تمام علوم ظاہری و باطنی

کے حامل تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بعد شاہ محمد عاشق بھلتی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ذریعہ علوم ولی اللہی زیادہ سے زیادہ اشاعت پذیر ہوئے۔

شاہ محمد عاشق بھلتیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ناموں زاد بھائی بھی ہیں، برادر نسبتی بھی ہیں، شاگرد بھی ہیں اور مربی و خلیفہ بھی۔ وہ حجاز مقدس میں شاہ صاحب کے ساتھ حدیث کے درس میں بھی شریک رہے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے حضرت شاہ صاحب کی کتابوں کے مسودات کو جمع کیا اور بڑی لگن سے ان کی تبیین و ترمیم میں حصہ لیا۔ یہ کام انھوں نے شاہ صاحب کی حیات میں بھی کیا اور بعد کو بھی۔ وہ خود بھی صاحب تصنیف تھے۔ رسالہ سبیل الرشاد سلوک میں ان کا بہترین شاہکار ہے۔

شاہ محمد عاشق نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مکاتیب کے جمع کرنے کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ شروع میں ان کے صاحبزادے شاہ عبدالرحمن، شاہ صاحب کے خطوط و مکاتیب جمع کرتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد خود شاہ محمد عاشق بھلتی نے اس کام کو بڑی محنت و جانفشانی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اس مجموعہ کے سیاسی کتبوبات احقر کے اُردو ترجمہ اور پروفیسر خلیق احمد نظامی سلمہ کے مقدمہ اور حواشی کے ساتھ ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی کے زیر اہتمام شائع ہو چکے ہیں۔ بقیہ دو سو سے زائد علمی اور دینی کتبوبات احقر کے ترجمہ، مقدمہ اور حواشی کے ساتھ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز بیچکوبیاں روڈ نئی دہلی کے اہتمام سے عنقریب شائع ہونے والے ہیں۔ ان خطوط کے مطالعہ سے بھی حضرت شاہ ولی اللہؒ کی زندگی کے حالات پر کافی روشنی پڑے گی اور بہت سی ایسی معلومات سامنے آئیں گی جو ان خطوط کے علاوہ ان کی تصنیفات میں کہیں نہیں ملتی۔

حضرت شاہ محمد عاشق بھلتیؒ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور ان کے بھائیوں کی تعلیم و تربیت میں بھی بڑا حصہ لیا۔ ۱۱۷۰ھ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا وصال ہوا تو اس وقت شاہ عبدالعزیز صاحب کی عمر سولہ سال کی تھی۔ اپنے والد ماجد سے بھی بہت کچھ پڑھ چکے تھے مگر حضرت شاہ محمد عاشق کی تربیت نے آپ کی علمی و روحانی استعداد میں جلا پیدا کی۔

لے کتب خانہ قاضی شہر واپور اور رضا لائبریری راجپور میں اس کے علمی نسخے موجود ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی زوجہ ثانیہ کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔ پہلی زوجہ کے بطن سے شیخ محدث تھے جنہوں نے بڑھانہ ضلع مظفر نگر میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں وفات پائی اور بڑھانہ کی جامع مسجد کے ایک گوشہ میں مدفون ہوئے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کے تین حقیقی بھائی اور تھے جن کے اسماء مبارک یہ ہیں:

(۱) شاہ رفیع الدین عبدالوہاب (۲) شاہ عبدالقادر (۳) شاہ عبدالغنی۔

یہ سب بھائی علمی استعداد اور ذہانت و ذکاوت نیز بلند اخلاق اور پابندی شرع میں یگانہ روزگار تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے مسند علم و عرفان پر بیٹھ کر اپنے والد ماجد کی جانشینی کا پورا پورا حق ادا کیا۔ انہوں نے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی بہت بڑی تعداد چھوڑی۔ ان میں سے چند نمایاں شخصیتوں کے نام یہ ہیں:-

ان کے تینوں چھوٹے بھائی، دو برادر زادے یعنی شاہ محمد اسماعیل شہید اور شاہ مخصوص اللہ نیز دو نواسے یعنی شاہ محمد اسحق فاروقی محدث (مہاجر) اور، مولانا محمد یعقوب فاروقی محدث (مہاجر) ان کے علاوہ شاہ غلام علی دہلویؒ، مولانا مفتی الہی بخش نشاط کاندھلویؒ، سید المصطفیٰ مولانا شہید الدین دہلویؒ، مولانا کریم اللہ محدث دہلویؒ، مولانا سلامت اللہ کشنی بدایونیؒ، مامونؒ مولانا حسین احمد شیخ آبادیؒ وغیرہم۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے اجازت حدیث پانے والوں میں منجملہ اور اکابر کے حضرت شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادیؒ بھی ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدثؒ کی تصانیف اور رسائل بھی ان کی علمی و ادبی عظمت کی اطلاع دینے والے ہیں۔ ان میں تحفۃ اثنی عشری اور تفسیر عزیزی کی تو نظیر نہیں ملتی۔ دیگر کتب بھی حقائق و معارف سے بھر پور ہیں۔ افسوس کہ آپ کے بہت سے مسودات اور خطوط انقلاب زمانہ کے ہاتھوں ضائع ہو گئے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدثؒ دہلویؒ نے ۸۰ سال کی طویل عمر پائی۔ زندگی کے آخری کئی سال ظاہری بھارت جاتی رہنے سے اور دیگر امراض کے غلبہ کی بنا پر آپ دہلی و تدریس سے معذور ہو گئے تھے اور آپ کے بھائیوں، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے مسند دہلی کو سنبھال لیا تھا۔ انہوں نے حضرت شاد ولی اللہؒ کی بیدارگی، مولوی تقی علی و تدریس، تالیفی و تصنیفی سرگرمیوں

میں درافرق دے دیا۔

آپ کے سب سے چھوٹے بھائی شاہ عبدالغنی تھے جو خود تو زیادہ مشہور نہیں ہوئے لیکن اپنے صاحبزادے شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی کی وجہ سے ان کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے بھی دیگر تصانیف کے علاوہ اردو زبان میں قرآن کے ترجمے کیے جو شائع ہو چکے ہیں۔ ان ترجموں میں بڑی لطافتیں اور بہت سی خوبیاں ہیں جو اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ ان ترجموں میں ہندی الفاظ کو کثرت سے استعمال کیا گیا ہے۔

ایک بات یہ قابل ذکر ہے کہ ان چاروں بھائیوں میں عمر کے لحاظ سے جو سب سے چھوٹا تھا اس نے سب سے پہلے انتقال کیا۔ اور سب سے بڑے نے سب سے آخر میں۔ درمیان میں دو بھائیوں کا انتقال بھی اسی ترتیب سے ہوا یعنی شاہ عبدالقادر صاحب کا پہلے اور شاہ رفیع الدین صاحب کا بعد کو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بعد ان کے فوا سے شاہ محمد الحق محدث دہلوی نے اپنے ناما کی جانشینی کا حق ادا کیا۔ ہنگامہ مشاعرہ مطالبی ۱۲۱۵ھ سے پندرہ سال پہلے ۱۲۵۵ھ میں وہ ہجرت فرما گئے تھے۔

ان کے باکال تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ جن میں مفتی عبدالعقیم ابن مولانا عبدالحی بوڈھانوی، شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی، قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی، صاحب مظاہر حق نواب قطب الدین خاں دہلوی، مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، مولانا شیخ محمد محدث تھانوی، مولانا عالم علی ٹکینوسی، نم مراد آبادی اور مولانا ندیر حسین محدث وغیرہم بھی شامل ہیں۔ ان میں مولانا شاہ عبدالغنی فاروقی مجددی کا سلسلہ نقی بہت وسیع ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے انہی سے خانقاہ شاہ غلام علی میں درس حدیث حاصل کیا تھا۔

سہارنپور میں حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ، گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ دیوبند میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، میرٹھ میں حضرت مولانا محمد قاسمؒ مراد آباد میں مولانا عالم علیؒ اور رامپور میں مولانا حسن شاہ محدثؒ بعد ازاں مولانا محمد شاہ محدثؒ نے درس حدیث کا سلسلہ تادیر جاری رکھا۔ آخر میں حضرت مولانا خلیل احمدؒ اور حضرت مولانا نانوتویؒ کے دو باکمال شاگردوں یعنی اس الاذکیہ، حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امر وہی اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندیؒ کے ذریعہ شنگھان علم حدیث کو حوض دلی الہی سے بڑی سیرابی و شادابی حاصل ہوئی۔ ان حضرات کے ذریعہ ہندستان کے ہر صوبے اور ہر ہر گوشے کے علاوہ بیرون ہند میں بھی فیوض دلی الہی کا سلسلہ پھیلتا رہا۔ آخر وہ دلی الہی علمی خاندان سے تعلق رکھنے والے حضرات میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن صدیقی مصر اردوئیؒ، وفار المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ محدث کشمیریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد دہلویؒ، حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ، حضرت مفتی محمد کفایت اللہ شاہ، سہارنپوری خیم دہلویؒ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا سید فخر الدین احمد محدثؒ وغیرہم نے عرب و عجم میں اپنی تصنیفی و تدریسی خدمات سے ملت اسلامیہ اور امت عکبریہ کے افزاد کو برفائدہ پہنچایا۔ ان کے تعلیمی استفادین کے علاوہ روحانی مسترشدین کا حلقہ بھی آفاق گیر ہے، اور آج بھی دارالعلوم دیوبند، نظام العلوم سہارنپور، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مدرسہ اسلامیہ عربیہ امر وہ، مدرسہ شاہی مراد آباد کے علاوہ میرٹھ، مظفرنگر، گلاؤنڈھی، خوجہ، سنہیل، علی گڑھ، گنگوہی، بریلی، شاہجہانپور، سواتیہ بھجن، بارک پور، سرگئے میر، بنارس، نیزہار، دہلی، گجرات، علاقہ حیدر آباد دکن، بھوپال، ڈوبک صوبہ مدراس اور پاکستان کے تمام تدریس حدیث کے ادارے اور اہل حق کی مشہور درس گاہیں سب سلسلہ دلی الہی سے وابستہ و مربوط ہیں۔ اور بقول حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم بزرغیر (ہندوستان) میں اہل سنت و جماعت کا کوئی ایسا دینی و تعلیمی ادارہ اور تدریس قرآن و حدیث کا مدرسہ باوجود قشتیش و تلاش کے معلوم نہ ہو سکا جس کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے سلسلہ سے نہ ہو۔

(بشکریہ القرآن لکھنؤ)